تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب : برصغیر میں مطالعہ قرآن (بعض علماء کی تفسیری کاوشوں کا جائزہ)

مصنف : محمد رضی الاسلام ندوی

صفحات : ۲۶۴

تاریخ اشاعت : ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

ناشر : اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

قیمت : ۱۶۰ روپے

تبصرہ نگار : حافظ احمد حماد☆

قرآن مجید وحی آسمانی کا واحد نمونہ ہے جو آج تک متن اور معنی کے لحاظ سے محفوظ ہے۔ اس سے پہلے جتنے بھی آسمانی صحیفے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے نازل کیے گئے ان میں حرفی و معنوی ردوبدل کرکے انسانی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ قرآن پاک کے وقت نزول سے لے کر آج تک اس کی تشریح و توضیح کے لیے ہزاروں تالیفات منظر عام پر آئیں اور بے شمار زبانوں میں اس کے تراجم کیے گئے۔ قرآن مبین اور اس کے علوم کی ایسے ایسے پہلوؤں سے خدمت کی گئی ہے کہ ان کو دیکھ کر عقل مبہوت ہو کر رہ جاتی ہے۔

ان کاوشوں میں برصغیر کے مفسرین اور علماء قرآن کا گراں قدر حصہ ہے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق اردو میں ۲۴۰ مکمل اور ۳۶۵ نامکمل تراجم قرآن موجود ہیں۔ (بحوالہ: پروفیسر عبدالجبار شاکر مقدمہ تفسیراحسن البیان) جبکہ محققین کی ایک تحقیق کے مطابق بارہویں صدی ہجری میں ۱۶ ،تیرہویں صدی ہجری میں ۶۵ اور چودہویں صدی ہجری میں ۱۵۳ تفاسیر لکھی گئیں۔ (دیکھیے: ڈاکٹر محمد مسعودؔ مقالہ فکر و نظر، دسمبر ۱۹۷۴ء) اس کے علاوہ قرآنی موضوعات پر بے شمار تصانیف منظر عام پر آئیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں بھی ماضی قریب میں پیش کی جانے والی برصغیر کے چند نامور مفسرین کی تفسیری کاوشوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب درحقیقت چند مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کو چار

☆ ریسرچ انویسٹی گیٹر، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے باب میں سرسید احمد خان کی تفسیر کو موضوع بحث بنایا گیا ہے اور تفسیر لکھنے کے محرکات، سرسید کے اصول تفسیر،اس کتاب کی امتیازی خصوصیات نیز اس تفسیر کے مابعد تفاسیر پر اثرات کو مع امثلہ بیان کیا گیا ہے۔خصوصاً سر سید کے اصول قانون فطرت کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے اور اس چیز کو مع امثلہ بیان کیا گیا ہے کہ سرسید احمد خان کی معجزات کی عقلی توجیہ کو اگرچہ مقبولیت عام نہیں حاصل ہوسکی لیکن اس کا فائدہ یہ ضرور ہوا کہ متقدمین کی عجوبہ پسندی اور ان روایات، کہ جن کی مناسب عقلی توجیہہ کی جاسکتی تھی، کو بھی معجزہ کے طور پر پیش کیے جانے کی جو روایت چلی آرہی تھی اس پر نظرثانی کی گئی اور سر سید کے اس اصول تفسیر کو بعد میں تقریباً تمام مفسرین (مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا امین احسن اصلاحی، سید ابوالاعلی مودودی، اور جدید عربی مفسرین میں سے علامہ رشید رضا)نے اپنایا۔

سرسید احمد خان نے اپنی تفسیر میں جا بجا ٹھوکریں کھائی ہیں، لیکن اس کے باوجود بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا اثر بعد میں آنے والے مفسرین نے محسوس یا غیرمحسوس طریقہ سے قبول کیا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ ایک طالب قرآن تعصّبات کی عینک اتار کر اس شخص کا مطالعہ کرے جس کا دعویٰ ہے کہ اس نے کلام اللہ کی تشریح کی ہے اور پھر جو چیز قرآن و سنت کے معیار پر پورا اترتی ہو اسے قبول کرے اور جو اس کسوٹی پر پورا نہ اترے اسے بالدلیل رد کر دے۔ غالبًا یہی درس اس باب میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

﴿**فأما الزبد فيذهب جفاء ا وأما ما ينفع الناس فيمكث في الارض**﴾ [سورۃ الرعد۱۳:۱۷]
''جوجھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نفع مند ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے''۔

دوسرے باب میں دو مقالے ہیں۔ پہلے مقالہ میںبیسویں صدی میں لغت عربی میں تفسیر و علوم القرآن کے میدان میں ہونے والے کام کا مختصر تعارف کروایا گیا ہے۔ جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر ''**تفسیرالقرآن بکلام الرحمن** '' کا تعارف، اس کی خصوصیات، مولانا کے اصول تفسیر اور پھر مولانا کی دوسری تفسیر ''**بیان الفرقان علی علم البیان**'' کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔،جبکہ عربی زبان میں دوسری اہم تفسیر مولانا حمید الدین فراہی کی ہے۔ اس تفسیر کو اس لحاظ سے بھی قبولیت عام حاصل ہوئی کہ انہوں نے اس میں نظم قرآن کا تصور واضح کیا۔ اگرچہ اس سے پہلے عرب کے نامور

مفسرین مثلاً فخرالدین رازی وغیرہ نے جزوی طور پرجبکہ ابراہیم بن علی بن ابی بکر البقاعی نے باقاعدہ اس تصور کو پیش کیا لیکن جس اہتمام کے ساتھ مولانا حمید الدین فراہی نے اس اصول کو بیان کیا اور اسے تفسیر کا بنیادی اصول قرار دیا، اسے اس طرح پہلے پیش نہ کیا گیا تھا۔ مولانا اگرچہ قرآن پاک کی مکمل تفسیر نہ لکھ سکے، لیکن جس قدر لکھا اسی اصول کو بنیاد بنا کر لکھا اور اس کی عملی تطبیق کرتے ہوئے قرآن کی تفسیر پیش کی۔

عربی زبان میں ایک قابل قدر کوشش مولانا اشرف علی تھانوی کی طرف سے کی گئی۔ ان کی تفسیر اگرچہ عوام الناس کے لیے ہے اور اردو میں لکھی گئی ہے لیکن افادۂ خواص کے لیے عربی زبان میں ایک حاشیہ بڑھادیا گیا تھا۔ مقالہ میں ان تمام کتب کا مختصراً تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد علوم القرآن کے میدان میں برصغیر کے علماء کی جھود کا تذکرہ کیا گیا ہے اور مولانا حمیدالدین فراہی کی تصانیف، مولانا اشرف علی تھانوی کی مؤلفات نیز مولانا انور شاہ کشمیری کی شہرہ آفاق تصنیف ''مشکلات القرآن'' کا تعارف، انداز تحریر اور اس پر مولانا محمد یوسف بنوری کے مقدمہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور کتاب "**الفاظ القرآن مسمی بنجوم الفرقان جدید لتخریج آیات القرآن**" کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے جو کہ **المعجم المفھرس** کے طرز پر لکھی گئی ہے۔

مقالے کا تیسرا حصہ ان کتب اور رسائل کے تعارف پر مبنی ہے جس میں برصغیر کے علماء نے عربی کتب پر تحقیق یا حواشی لکھے ہیں اور اس میں سب سے نمایاں نام دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن کا ہے کیوں کہ انھوں نے نہایت اہم کتب کی تحقیق و تخریج کروا کر اس کی طباعت کروائی ہے، مثلاً: **نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور' نزهة الاعین النواظر فی علم الوجوه والنظائر' اعجاز البیان فی تاویل ام القرآن** اور اس کے علاوہ دیگر اہم کتب جو کہ مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں ان کی تحقیق و تخریج اور طباعت اس ادارہ کی اہم کاوشوں میں سے ہے۔ اس کے علاوہ اس صدی میں امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد امام ابن قیمؒ کی تصانیف پر تحقیق اور ان کی تفسیری کاوشوں کی جمع و تدوین کا رجحان بھی نظر آتا ہے۔ اصول تفسیر پر برصغیر کی مایۂ ناز تصنیف الفوز الکبیر پر اہل علم نے اس صدی میں بہت کام کیا، کیوں کہ یہ اصل میں فارسی زبان میں لکھی گئی ہے جس کے بعد میں عربی تراجم کیے گئے اور اس پر حواشی بھی لکھے گئے۔ اس کے علاوہ علوم القرآن پر ایک اہم کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' کو برصغیر میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس پر جو کام ہوا اس کا بھی مختصر تعارف اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ الغرض اس مقالہ میں ہندوستان میں بیسویں صدی میں تفسیر و علوم قرآنی پر جو کام ہوا اس کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس میں مکمل و نامکمل تفاسیر، حواشی، قرآن

اور علوم قرآنی سے متعلق تصانیف کے علاوہ قدیم تفاسیر و کتب کی تحقیق و تدوین، شرح و تحشیہ اور طباعت کے میدان میں ہونے والے کام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دوسرے مقالہ میں بیسویں صدی کے مفسرین کا ''حروف مقطعات'' کے متعلق نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حروفِ مقطعات پر جو کچھ متقدمین نے لکھ دیا، انہی کی آراء کو برصغیر کے علماء نے اپنایا ہے۔ مثلاً مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی محمد شفیع عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا لقمان سلفی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حروف مقطعات اسرار الٰہی میں سے ہیں اور یہ رائے قدیم مفسرین کے ہاں سے ملتی ہے۔ اس کے علاوہ جن مفسرین نے اس رائے کو اپنایا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی معنی ہے اور انہوں نے اس کے معنی کی تعیین بھی کی ہے۔ ان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا امین احسن اصلاحی نے حروف مقطعات کو سورتوں کا نام قرار دیا ہے اور اس نقطۂ نظر کو ترجیح دی ہے۔ جبکہ اس حوالہ سے مولانا حمیدالدین فراہی کے نقطہ نظر کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد علامہ رشید رضا کی رائے بیان کی گئی ہے کہ حروف مقطعات ادوات تنبیہ کے طور پر قرآنی سورتوں میں وارد ہوئے ہیں۔ جبکہ سید قطب شہید، محمد علی الصابونی اور عائشہ عبد الرحمٰن بنت الشاطی نے اس نقطۂ نظر کی حمایت کی ہے کہ حروف مقطعات اعجاز قرآن کی دلیل ہیں۔ یہ تمام آراء متقدمین کے ہاں نظر آتی ہیں اور انہی کو متأخرین نے اپنی اپنی فہم کے مطابق تحقیق کے بعد جسے قریب از صواب سمجھا، راجح قرار دیا ہے۔ اس مقالہ کا آخری مبحث حروف مقطعات کے متعلق مستشرقین کا نقطۂ نظر پیش کرتا ہے۔ مستشرقین کا کہنا کہ یہ قرآن میں اضافہ ہے، کو بعض مستشرقین ہی نے رداور بعید از عقل قرار دیا ہے۔

باب سوم میں مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور مولانا صدر الدین اصلاحیؒ کی خدمات تفسیر کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سید سلیمان ندویؒ کو سیرت نگار اور تاریخ دان کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، لیکن قرآن اور اس سے متعلقہ دوسرے علوم میں ان کی خدمات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس مضمون میں سید سلیمان ندویؒ کو ماہر قرآنیات کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور اس حوالہ سے ان کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن کریم میں وارد اعلام کی تحقیق، اصطلاحات کی تعریف، مفردات کی توضیح، نیز غیر عربی زبانوں کے حوالے اور اشعار عرب سے استدلال کے ذریعے سے معنی کی تعیین میں سید صاحبؒ کی خدمات کو مع امثلہ بیان کیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنیات میں سیدسلیمان ندویؒ کی قابل قدر خدمات سے فہم قرآن

میں بہت مدد ملتی ہے۔

باب کے اگلے مقالہ میں مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر میں ان کے اہم بلکہ بنیادی اصول ''کلام عرب سے استدلال'' کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ یہ موضوع اس لحاظ سے اہم ہے کہ اسے مولانا امین احسن اصلاحی نے قطعی ماخذ کے طور پر لیا ہے جب کہ ان کے نزدیک احادیث اور آثار صحابہ اس کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ مقالہ میں پہلے کلام عرب سے استشہاد کو زمانہ صحابہ میں ثابت کیا گیا ہے اور پھر مولانا حمیدالدین فراہی کے ہاں اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور آخر میں مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر سے امثلہ کے ساتھ اس اصول کی وضاحت کی گئی ہے۔ مفردات قرآنی کی تحقیق، اعلام کی تحقیق، اسالیب قرآنی کی تفہیم اور جاہلی معتقدات و تصورات پر استدلال کرتے وقت مولانا نے کلام عرب سے اشعار پیش کیے ہیں اور بعض مقامات پر وہ اپنے اسی اصول کی پیروی میں دوسرے ہم عصر مفسرین سے بالکل مختلف رائے پیش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انہیں تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اشعار کو بلا تخریج و تحقیق نقل کیا ہے۔ جو کہ اس تفسیر کی سلبیات میں سے ہے۔ مقالہ کے آخر میں مقالہ نگار نے مولانا کے اس اصول سے عدم موافقت کا اظہار کیا ہے اور اس کی عدم حجیت (اگر اسے احادیث اور آثار صحابہ پر ترجیح دی جائے جو کہ مؤلف تدبر قرآن کا منہج ہے) پر چند ناقابل تردید منطقی دلائل پیش کیے ہیں۔ ان کا جواب مولانا کے شاگردوں پر قرض ہے۔ کلام عرب سے استشہاد اور اسے ایک اہم ماخذ کا درجہ دینا قدیم مفسرین کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی اور ان کے استاد کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اس کی اہمیت مزید واضح کی اور اس سے بھرپور استفادہ کیا، یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن اس اصول کو بنیادی اور قطعی درجہ دینا اور اس کے مقابلہ میں احادیث اور آثار صحابہ کو ثانوی اور ظنی حیثیت سے لینا اور ان پر اعتماد نہ کرنا محل نظر ہے۔

اس باب کا تیسرا مقالہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی قرآن فہمی کے عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی طرح ان کے شاگرد رشید مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو بھی طبقہ علماء اور عوام و خواص میں ایک مؤرخ اور سوانح نگار کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ لیکن اس مقالہ میں انہیں ماہر قرآن کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اس بات کو تو انہوں نے خود بھی بیان کیا ہے۔ قرآنی افادات جو کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مقالات، مضامین، رسائل اور تحریروں کا مجموعہ ہے میں لکھا ہے:

''جن لوگوں نے میری ناچیز تحریریں اور تصنیفات دیکھی ہیں ان کو اندازہ ہوگا کہ میری

تحریروں کا تانا بانا قرآن مجید ہی سے تیار ہو تا ہے۔ میں نے سب سے زیادہ قرآن سے مدد لی ہے اور پھر تاریخ سے اور میں تاریخ کو قرآن مجید ہی کی تفسیر سمجھتا ہوں‘ (قرآنی افادات‘ ص۳۱۔۳۲)

مقالہ میں سب سے پہلے ان کے ابتدائی حالات اور تعلیمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پھر ان کی تصانیف کا مختصر تعارف کروایا گیا ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا کی تمام تحریروں کی بنیاد مطالعہ قرآن پر ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کی تحریروں میں جا بجا مفردات قرآنی کی تشریح، معنی کی تعیین، اسالیب قرآن کی وضاحت، الفاظ قرآن کا ترجمہ اور آیات کا مفہوم نظر آتا ہے۔ جسے بالامثلہ تحریر کیا گیا ہے۔ مقالہ کے آخر میں مقالہ نگار نے مولانا کی چند تحریروں سے اپنا اختلاف بھی درج کیا ہے۔ بہر حال مولانا کی تحریروں سے جو قرآن فہمی کے اصول اور قرآنی آیات کی تشریح ملتی ہے وہ نہایت اہم ہے، قرآن کے طالب علم کو بالخصوص اس سے مستفید ہونا چاہیے۔

باب کے اگلے حصہ میں بیسویں صدی کے نامور مفسر مولانا صدر الدین اصلاحی کی تفسیر ’’تیسیر القرآن‘‘ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ مولانا صدر الدین اصلاحی نے قرآن کو اپنے مطالعہ و تحقیق کا موضوع بنایا۔ اس کتاب کی تألیف کا پس منظر یہ بتایا گیا ہے کہ مولانا صدرالدین اس وقت کی تفاسیر سے مطمئن نہ تھے بلکہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسی تألیف منظر عام پر لائی جائے جو غیر مسلموں کو مخاطب کرے۔ کیوں کہ قرآن کا پیغام جتنا نبی کریم ﷺ کے دور میں غیرمسلموں کے لیے ضروری تھا اس سے کئی گنا زیادہ آج اس پیغام کو غیرمسلموں تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ مولانا نے یہ تفسیر اردو میں لکھنا شروع کی اور چاہتے تھے کہ اسے ہندی قالب میں ڈھال کر منظر عام پر لایا جائے۔ لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور یہ تفسیر سورۃ البقرہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ مقالہ میں اس تفسیر کی امتیازی خصوصیات مثلاً غیرمسلم ذہن کا لحاظ، نوادرات، نظم قرآن کی رعایت، مفردات کی تحقیق اور اسالیب قرآنی کی توضیح کو مع امثلہ بیان کیا گیا ہے اور ان پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے جن کی بدولت یہ تفسیر دوسری تفاسیر سے منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ چونکہ مولانا کی یہ تمام تحریریں ماہنامہ ’’زندگی‘‘ (رامپور، ہند) میں قسط وار ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۳ء تک شائع ہوتی رہیں اور ان تحریروں میں جابجا ایک چیز کا حوالہ دیا جاتا کہ ’’مزید تفصیلات مقدمہ تیسیر القرآن میں دیکھیے‘‘۔ اس لیے مقالہ کے آخر میں اس مقدمہ کے حوالہ سے بھی ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ تفسیر ’’تیسیر القرآن‘‘ کا یہ تعارفی مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ ناتمام تفسیر اپنی ناتمام صورت کے باوجود اپنے اندر بہت اہم نوادرات اور جواہر پارے سمیٹے ہوئے ہے۔ اس مطالعہ سے اصل کتاب کی طرف رجوع کی رغبت اور

جستجو پیدا ہوتی ہے۔

اس باب کے آخری مقالہ میں مولانا صدرالدین اصلاحی ہی کی ایک اور قرآنی خدمت کا تذکر کیا گیا ہے۔ مولانا نے اپنی ناتمام تفسیر کے علاوہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی شہرہ آفاق تفسیر ''تفہیم القرآن'' کی تلخیص کا ایک اہم اور نازک کام سر انجام دیا۔ اس مقالہ میں اس تلخیص کا پس منظر، اس کی اہم خصوصیات، اس میں مولانا کا کام اور ان امور پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کو مد نظر رکھ کر تفہیم القرآن کو ملخص شکل میں پیش کیا گیا۔ مقالہ کے آخر میں مقالہ نگار نے تلخیص تفہیم القرآن کو مزید بہتر اور اس کی اشاعت کو عام کرنے کی غرض سے کچھ امور کی طرف توجہ دلائی ہے جن پر عمل کر کے اسے قارئین کے لیے سہل الاستفادہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جس مقصد کے لیے یہ تلخیص کروائی گئی تھی اس پر عمل درآمد نظر نہیں آ رہا۔ کیوں کہ مقصد یہ تھا کہ تفہیم القرآن کی تلخیص کر کے اس کے تراجم دوسری زبانوں میں کیے جائیں گے تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوں۔ لیکن ہندی کے علاوہ اس کا ترجمہ کسی اور زبان میں کیے جانے کے متعلق کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ البتہ ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ڈائریکٹر جنرل جناب ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری صاحب نے مولانا مودودی کے ترجمۂ قرآن مجید کو مختصر حواشی کے ساتھ انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جسے اسلامک بک فاؤنڈیشن مارک فیلڈ کانفرنس لندن نے شائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش اور دیگر مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے (آمین) مولانا صدرالدین اصلاحی کی قرآنی خدمات کے یہ دو جامع عناوین ہیں جس سے لوگ تادیر مستفید ہوتے رہیں گے۔

کتاب کا آخری باب برصغیر میں قرآنی موضوعات پر لکھی گئی کتب پر تبصرہ اور تعارف پیش کرتا ہے۔ اس میں صرف وہی کتب شامل کی گئی ہیں جو ماضی قریب میں لکھی گئی ہیں۔ اس باب میں کتب کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کی سلبی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ باب اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں ان موضوعات پر کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے جن کا تعلق قرآن فہمی سے ہے اور ان میں بالتفصیل بلند پایہ مفسرین کے اصول تفسیر اور اس کے علاوہ قرآن پاک کو سمجھنے کے اصول و مبادی، برصغیر میں مفسرین کی خدمات اور اس کے علاوہ ان قرآنی موضوعات پر کتب، جن کا تعلق سائنس سے ہے، کا تعارف پیش کر کے ان کی امتیازی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

حروف خوانی (proof reading) احتیاط سے کی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود چند اغلاط رہ گئی ہیں، جن کی اصلاح ضروری ہے۔ خصوصاً آیات قرآنی کی کتابت میں غلطی سے منفی تأثر قائم ہوتا

ہے۔ مثلاً صفحہ نمبر ۲۸ پر "نتقنا" کے بجائے "نتقمنا" لکھا ہے، اسی طرح صفحہ نمبر ۳۱ پر "اضرب بعصاک البحر" کے بجائے "اضرب بعصاک الحجر" اور صفحہ نمبر ۱۷۰ پر "وسع کرسیه السموات والأرض" کے بجائے "وسع کرسیه السموات فی الأرض" ہے اور اس آیت کا اعراب بھی تصحیح طلب ہے۔

کتاب من حیث المجموع علماء اور قرآن کے طلباء کے لیے معلومات کا خزینہ ہے، اس میں برصغیر کے علماء کی تفسیری کاوشوں کا تذکرہ بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے اصول تحقیق بھی بیان کردیے گئے ہیں جن میں ایک طالب علم کے لیے راہنمائی کا کافی سامان موجود ہے۔ کتب تفسیر اور علوم قرآنی کا تعارف اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ قاری کو جستجو اور تمنا ہوتی ہے کہ وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے اور مزید تفصیلات سے مستفید ہو۔ اور یہ اس کتاب کی اہم خوبی اورخصوصیت ہے۔ امید واثق ہے کہ یہ کتاب برصغیر کی اسلامی جامعات اور مدارس میں تفسیر اور علوم قرآن کے متخصصین کے لیے خصوصاً اور دیگر علماء میں عموماً مقبولیت حاصل کرے گی کیوں کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک قابل قدر اضافہ ہے جس پر فاضل مصنف تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔

اسلامک بک فاؤنڈیشن نے اس کتاب کی اشاعت میں حسن طباعت کے تخلیقی ذوق کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش پر مصنف، ناشر اور معاونین کو اجرعظیم عطاء فرمائے۔(آمین)

☆☆☆☆☆